احمد بیگ والی پیشگوئی

۲۵ جنوری کو بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح ۲ جلوہ افروز تھے۔ کسی صاحب نے احمد بیگ کی پیشگوئی پر اعتراض کیا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا اس مفہوم کو میں تحریر کرتا ہوں:۔

فرمایا:۔ پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کی بنیاد کیا ہے؟ وہ لوگ ہمارے ہی خاندان سے تھے حضرت صاحب سے ہمیشہ رسم و رسوم وغیرہ امور کے متعلق گفتگو ہوا کرتی تھی اسی طرح کچھ زمینوں کے معاملات تھے آخر نوبت اس درجہ پہنچ گئی کہ آپس میں ناراضگی واقع ہو گئی۔ حضرت صاحب نے اس ناراضگی وغیرہ کو دور کرنے کے لیے اور معاملات کو درست کرنے کے لیے یہ چاہا کہ ان کے ہاں شادی کا پیغام دیدیں۔ آپ نے جب پیغام دیا تو ان لوگوں نے کہا کہ بھانجی کی لڑکی تو اپنی لڑکی ہوتی ہے۔ کیا وہ اپنی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ چچازاد بہن کی لڑکی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ شرعاً ناجائز نہیں ہے دیکھو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اس قسم کی شادی کی جس کو لوگ پسند نہ کرتے تھے مگر شرعاً درست تھی (زینب کی شادی) تو انھوں نے کہا کہ "اگر ایسا ہی اونھوں کیا (نعوذ باللہ) تو اپنی لڑکی سے شادی کی۔ اب ایک گناہ تھا۔ اور حضور سید المومنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتک تھی تو پہلے اس گناہ کی سزا یہ مقرر ہوئی۔ کہ

ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک

کہ اے عورت توبہ کر توبہ کیونکہ مصیبت ترے پیچھے ہے پس اس جرم کی سزا تھی۔ جو انھوں نے ہتک کی۔ اور یہ الفاظ اس عورت کے مونہہ سے نکلے تھے۔ ایسے اسکو ہی مخاطب کیا۔ بس یہ ایک جرم کی سزا ہے اسی طرح دوسری سزا یہ تھی کہ وہ لڑکی اب جس کی نسبت انھوں نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اُس کو بطور سزا کے ہمیں دلائیگا اور تیسری یہ سزا تھی کہ اگر اسکے باپ نے ایسا نہیں کیا تو وہ مرجائیگا۔ چنانچہ اس کے باپ کی موت ہو گئی پس معلوم ہوا کہ یہ سزا مقرر تھی ایک جرم کی اور جب کوئی اس جرم سے توبہ کرے اور تلافی کر دے تو پھر اس کی سزا کیسی یہ تو سخت ظلم ہوگا کہ ایک شخص ایک گناہ سے توبہ بھی کرتا ہے اور پھر تلافی بھی کرتا ہے اور پھر بھی اس کو سزا مل جائے ہاں اگر وہ باز نہ آتے تو سزا ضرور ملتی۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو انھوں نے اپنی غلطی سے توبہ کر لی اکثر اسمیں سے احمدی ہو گئے پس جب الہام ظاہر ہو گیا تو انھوں نے اپنی غلطی سے توبہ کر لی۔

(انوار احمدیہ پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چیف ایڈیٹر اخبار ہٰذا پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر چھپا اور تراب منزل سے شائع ہوا)

تو عذاب بھی ٹل گیا - اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص مرچوں والے کباب کھائے - اور ایک حکیم کہے کہ مر جاؤ گے تو فوراً وہ ان کو چھوڑ کر ایسی چیز کھا کر اچھا ہو جائے - اور کہے کہ حکیم نے جھوٹ بولا یہ اس کی غلطی ہے - اگر وہ کھاتا تو مر جاتا جب اس نے ان کو کھایا نہیں یا جتنا کھایا اس کی تلافی کر دی پھر اس کی سزا کیسی - یہ تو ہے واقعہ -

اب اصولاً ہم لیتے ہیں جتنی پیشگوئیاں کسی کے حق میں ہوتی ہیں - وہ سب اس غرض کے لیے ہوتی ہیں کہ وہ اس جرم سے باز آ جاویں - چنانچہ قرآن کریم ہی کو لو - کفار کی نسبت آتا ہے سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اب یہ ایک پیشگوئی ہے - کہ وہ ایمان نہیں لائینگے حالانکہ بعد میں انہیں کفار میں سے ایمان لائے - مثلاً ابو سفیان ہے جو کہ سرگردہ تھا عمر بن العاص ہیں جو ایسے دشمن تھے کہ حبشہ میں پہنچے اور وہاں جا کر کہا کہ ان کو نکال دو - جب بادشاہ نے انکار کیا - تو ایک ساتھی نے کہا کہ چھوڑو بھی ظلم کی حد ہو گئی تو انھوں نے کہا کہ میں تو یہاں سے جاؤں گا ہی نہیں جبتک ان کو نہ نکلوا لوں غرض اس قدر دشمن تھے اسی طرح ابو جہل کا بیٹا عکرمہ ہے جو بدر سے فتح مکہ تک لڑائیوں میں نبی کریم کے خلاف لڑا ہے - اور جب فتح مکہ ہو چکی تو وہ بھاگ گیا - اور کہا کہ میں اس جگہ نہیں رہ سکتا - جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رہتا ہو نبی کریم نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا - اس کی بیوی نبی کریم کے پاس آ کر معذرت کرنے لگی - لیکن آخر وہ آیا - اور عجیب طرح آیا اس نے ارادہ کیا تھا کہ افریقہ کی طرف بھاگ جائے - مگر جن کشتیوں پر سوار ہونا تھا وہ ڈوب گئیں - اس سے خدا نے اس کو سمجھ دیدی وہ آیا - اور آ کر مسلمان ہو گیا - اب دیکھو قرآن کریم نے کیسے کھلے طور پر فرمایا تھا کہ لا یؤمنون - وہ ایمان نہیں لائینگے -

اسی طرح دوسری جگہ بیان فرمایا صم بکم عمی فھم لا یرجعون مگر انھوں نے سن بھی لیا - دیکھ بھی لیا - اور لوٹ بھی آئے -

تو پیشگوئیاں یہ بتاتی ہیں کہ اسوقت ان کی یہ حالت ہے - ہاں بعد میں انھوں نے حالت بدل لی تو پھر ان کے ساتھ دوسرا معاملہ ہوگا - تو یہ ظلم ہے کہ جب وہ اس گناہ سے باز آ جائیں تو ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جائے - خدا ایک بھیڑیئے کی طرح نہیں کہ جو اس میں ہاتھ دے وہ پس جائیگا - بلکہ وہ ایک دانا دوست کی طرح اگر اسکے مونھ میں انگلی ڈالی جائے تو وہ کاٹتا نہیں - اسی طرح اگر خدا بے گناہ اور گناہگار سب کو برابر سزا دیتا رہے تو یہ اس سے ایک ظلم ہے اور یہ ثابت ہوگا کہ وہ مقتدر ہستی نہیں - وہ فرماتا ہے رحمتی وسعت کل شیء پس یہ پیشگوئیاں وقت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں - اور تو اسکے ساتھ اس قسم کے الفاظ نہیں کہ زمین ٹل جائے اور خواہ آسمان ٹل جائے - لیکن اگر یہ الفاظ بھی ہوتے تو بھی کوئی حرج نہیں - یہی فرق ہے ایک نجومی - یعنی لوگ ظالم کی پیشگوئیاں کرنے کو تو وہ کر دیتے ہیں - مگر انبیاء کی پیشگوئیاں صرف اتنا بتاتی ہیں کہ یہ ایسا ہوگا مثلاً زلزلہ آئیگا - اب اس کو یہ خبر نہیں کہ وہ خود اس میں مر جائیگا یا بچ جائیگا - لیکن ایک نبی کی پیشگوئی بتاتی ہے کہ میرے ماننے والے بالکل بچ جائینگے - اس میں وضاحت ہوتی ہے اور ایک اقتدار رہتا ہے - پس چونکہ ہمارا خدا قادر ہے اس لیے جب کوئی گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو اسکو معاف بھی کر دیتا ہے -

درخواست دعا

حاجی عبد القدوس صاحب خلف اکبر حاجی عبد القدیر صاحب شاہجہانپوری عرصہ سے سخت علیل ہیں - احباب درد دل سے صحت کلی کے لیے دعا فرمائیں ❖

دارالامان کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ۱۴ یا ۱۵ فروری کو لاہور تشریف لیجانے کا عزم ہے - وہاں آپ کے دو تین لیکچر ہوں گے - انشاء اللہ تعالیٰ - اور واپسی پر امرتسر ٹھہرنے کی درخواست مستری الہٰ بخش صاحب سکریٹری تبلیغ نے پیش کی اور چاہا کہ حضرت کے ایک دو لیکچر وہاں بھی ہوں آپ نے منظور فرما لیا ہے - اس لیے حضرت واپسی پر قیام فرمائینگے ❖

(۲) محکمہ ہائے نظارت میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں ہوئی ہیں -

ناظر امور عامہ - خانصاحب ذوالفقار علیخانصاحب

جوائنٹ ناظر امور عامہ - حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے

ناظر تعلیم و تربیت - ماسٹر محمد الدین صاحب بی - اے

(۳) مدرسہ عالیہ احمدیہ کو عربی کا ایک عظیم الشان کالج بنانے کی تجویز در پیش ہے -

(۴) برادر احمد الدین صاحب زرگر احمدی انصار اللہ کے گھر میں کئی لڑکیوں کے بعد ۶ و ۷ فروری کی درمیانی رات کو فرزند ارجمند پیدا ہوا - اللہ تعالیٰ مولود کو مسعود اور خادم دین بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے آمین - ہم برادر موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں ❖

(۵) مسٹر عبد اللہ صاحب سابق جارج البرٹ مر صاحب نو مسلم کی شادی ایک نو مسلمہ لڑکی سے - پانچسو روپیہ مہر پر ۳ تاریخ کو بعد نماز عصر ہو گئی - اللہ تعالیٰ جانبین کے لیے مفید بنائے ہم صدق دل سے مسٹر عبد اللہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں ❖

گزارش ! ہم نہایت ہی افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ پرچہ لیٹ شائع ہوا ہے - اسکی وجہ یہ ہے پریسمین اپنے مکان چلا گیا - دوسرے کاتب الحکم بھی بیمار ہو گیا تھا - دوسرا پریسمین بڑی مشکل سے ملا ہے -

امید ہے انشاء اللہ اب وقت پر پرچہ ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچا کریگا -

جوشِ جنونِ ہوش کے

ولولہ انگیز نظارے

لنڈن میں احمدیہ مسجد کی تیاری

محبتِ تو دوائے ہزار بیماری است — بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتاری است
پناہ روئے تو جستن نہ طور مستان است — کہ آمدن بہ پناہت کمال ہوشیاری است
متاعِ مہرِ رُخِ تو نہاں نخواہم داشت — کہ خفیہ داشتنِ عشقِ تو زغداری است۔
براں سرم کہ سر و جاں فدائے تو بکنم — کہ جاں بیار سپردن حقیقتِ یاری است

(مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

پہلا سین

دنیا خوابِ غفلت میں پڑی خرّاٹے لے رہی ہے۔ کسی کو دن رات مال جمع کرنے کی دُھن ہے۔ تو کسی کو امور مملکت کی ادھیڑ بن۔ کوئی طلبِ شہرت کے مرض میں گرفتار ہے تو کوئی وجاہت و عزت کے نشہ میں سرشار۔ غرض جسے دیکھو ایک نہ ایک عارضی و فانی مدعا کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ، جو مومن کی زندگی کا اصل مقصد ہونا چاہیئے اُسکی پرواہ نہیں کہ ہوتی کیا بلا ہے؟ اور آج اُسکے لیے کن باتوں کی ضرورت ہے؟

دینِ حق ہر طرف سے نرغۂ اعدا میں ہے
باطل کا جو پرستار اُٹھتا ہے اسی پر کمر باندھ کر اسی آتا ہے

کا بیڑا اُٹھا کر کہ جس طرح بھی ہو سکے اُسے پیس ڈالے اور دنیا سے مٹا دے۔ اور اس کے نام لیوا مدعیانِ اسلام کا یہ حال ہے کہ کہیں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا سودائے خام سر پر سوار ہے تو کہیں دشمنانِ توحید کے ساتھ اتحادِ موہوم کا جنون گلے کا ہار۔

لیکن ان کروڑوں نام نہاد مسلمانوں کے برخلاف مہدیٔ آخر زماں کی مٹھی بھر جماعت ہے کہ جسے شب و روز کسی اور ہی بات کی دھن لگی رہتی ہے۔ اُسکا مقصودِ حیات کیا ہے؟ بس یہی کہ جیسے بھی بن پڑے اسلام جو یار و اغیار کی غفلت و غلط فہمی کا شکار ہو کر دنیا میں بہت کچھ بدنام اور تلخ کام رہ چکا ہے

اب اس کا اصلی نورانی چہرہ دکھلا کر خلق اللہ کو اس کی طرف بلایا جائے۔ اس فِئَۃً قَلِیْلَۃً کی سیاسی اور مالی حالت تو اس درجہ ناتوان و قابلِ رحم ہے کہ اقتدار دولت کے متوالے اس کی کمزوری پر نظر کر کے اس کی عالی ہمتی و ملند پروازی کا جتنا بھی مضحکہ اڑائیں تھوڑا۔ لیکن تائیدات الٰہی کا زبردست ہاتھ صاف صاف اشارہ کر رہا ہے کہ اس کے فضل و رحم سے آخر یہی قلیل جماعت "غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً" کے مصداق اسلام کی سچی حمایت و غمخواری کا حق ادا کر کے رہے گی۔ اور جیسا چاہیئے دینِ محمدی کا ڈنکا بجانے میں کامیابی و سرخروئی کا سہرا اسی کے سر پر بندھے گا انشاء اللہ العزیز۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ان لوگوں (احمدیوں) کو جنون ہے مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہی مرض عین شفا ہے۔ یہی درد سب دکھوں کی دوا۔ یہی گرفتاری حقیقی رہائی ہے اور یہی مستی کمال ہوشیاری۔

دوسرا سین

کھجور کے تنوں پر گھاس پھوس وغیرہ چھا کر ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہے۔ جو دھوپ اور بارش سے بھی چند نفوس کو محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اس میں رسولِ عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے چند فدائی اکٹھے ہوتے اور یادِ الٰہی کرتے ہیں۔ اسی میں کفر و شرک کے طوفانِ بلاخیز کی روک تھام کے مشورے ہوتے اور لا الٰہ الا اللہ کے نعروں سے جہان بھر میں گونج ڈالدینے اور قیصر و کسریٰ کے محلوں تک کو ہلا ڈالنے کی تدابیر سوچی جاتی ہیں۔ جس پر نشۂ دنیا کے مخمور نہایت حقارت کے لہجے میں پھبتیاں کستے اور طرح طرح سے ہنسی اُڑاتے ہیں مگر خدائے قادر قاہر کی قدرت کے کرشمے دشمنانِ اسلام کو نیچا دکھلا کر کلمۃ اللہ کی حمایت و حفاظت میں اسی ضعیف جمعیت کا بول بالا کرتے ہیں۔ اور انجام کار فتوحاتِ اسلام کا شہرہ اطرافِ عالم میں پہنچنے لگتا ہے تب

تب بھی پرستاران باطل اس جمعیت کی تحقیر سے اپنے دل کو ٹھنڈا کرتے ۔ اور اس کے شاندار مستقبل کا نقشہ جسکے دل کش نقش و نگار قدرت کے ہاتھوں تیار ہو رہے تھے یہ کہہ کہہ کر مٹائے جاتے ہیں ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو۔
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے ۔ یہی کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں جو کسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بحالت کشف رکھی گئی تھیں سچ مچ غلامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آجاتی ہیں ۔

ٹھیک اسی طرح گو آج دنیا اس مٹھی بھر (احمدی) جماعت کے ارادوں کی ہنسی اڑائے ۔ لیکن رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات انشاء اللہ ایکدن اسی جماعت کے ہاتھوں پوری ہو کے رہیگی آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا ۔ صداقت اسلام کا مہر منیر سرزمین یورپ کے افق پر بلند ہو کو تمام جہان کو اپنی شعاعوں سے روشن کرے گا اور ضرور کرے گا اور اس کی تیز کرنیں کفر و شرک کے جراثیم کو بلا دغدغہ میں یقیناً ہلاک کر کے چھوڑینگی کیونکہ مسیح محمدی کے جاں نثار تثلیث پرستی کے مرکز میں بفضل خدا توحید کا جھنڈا گاڑنے پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ اور محض اسی کے رحم و کرم سے اس وقت اس پاک تحریک کی کامیابی کے زبردست آثار بھی نمودار ہیں ۔ ادھر احمدیت کے مرکز میں بالخصوص اور تمام جماعت احمدیہ میں بالعموم ایک عدیم النظیر جوش ہے کہ لنڈن میں اپنی ایک مسجد جتنی جلدی اور جسطرح بھی ہو سکے بنجائے ۔ اور ادھر خود سرزمین انگلستان کی بہت سی پاک روحیں اس آواز پر لبیک کہنے کیلیے تیار ہیں اندیشہ کیا بلکہ یقین کے درجہ تک پہنچا ہوا خیال ہے کہ دشمنان اسلام اور احمدیت کی طرف سے اس کار خیر میں مشکلات اور روکیں پیدا کرنے کی طرح طرح سے کوششیں ہوں گی لیکن خدا کے کاموں کو کون روک سکتا ہے ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

لنڈن میں احمدی مسجد انشاء اللہ بنے گی اور ضرور بنکے رہے گی ۔ غلامانِ احمد کا یہ جوش اپنا کام کیے بغیر نہیں رہنے کا ۔ دنیا پرستی کے مدہوش اسے جوش جنوں کہا کریں ۔ مگر زمین و آسمان کے تیور پہچاننے والے خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارا جنون اگر واقعی جنون ہے تو بھی **جنون ہوش** ہے اور اس کے نظارے دنیا کو قدرت حق کی بڑے بڑے کرشمے دکھائینگے جن کا مشاہدہ ہزاروں لاکھوں مستوں کو ہشیار اور ہشیاروں کو نشہ حق میں سرشار کر دیگا ۔

نیّرین

خدا کا پیارا مصلح موعود (ایدہ اللہ) جس کی شان میں احمد آخر زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک پر آج سے بیس سال پہلے یہ بشارت جاری ہوئی تھی کہ ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایکدن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

اپنے غلاموں کے حلقہ میں اس پاک تحریک پر کہ لنڈن میں احمدی مسجد ضرور بننی چاہیئے ایک دلنشیں تقریر فرماتا اور اس کار خیر کی امداد میں حسب استطاعت چندہ دینے کی طرف توجہ دلاتا ہے ۔ اس تقریر کا حاضرین پر کیا اثر ہوتا ہے ؟ کہ مرکز کفر و شرک میں لا الٰہ الا اللہ کی پیاری صدائیں بلند ہونیکی خوشی انہیں ایک سٹیم بھر دیتی ہے ۔ لوگ دل کھولکر اپنے اپنے مقدور کے موافق ۔ نہیں بلکہ اپنی بساط سے زیادہ بڑھ بڑھکے چندہ دیتے ہیں ۔ اور تھوڑی دیر کے اندر اس قلیل و غریب جماعت کی مخلصانہ فراخدلی سے کئی ہزار کی رقم فراہم ہو جاتی ہے ۔ حالانکہ انہیں سے اکثر و بیشتر ایسے ہیں ۔ جو بہت تنگی سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے ہیں محض دین کی خاطر ایک طرح کی تلخ زندگی اپنے واسطے اختیار کر رکھی ہے ۔ فقر ہو فاقہ ہو ہر حال در یار پر دھونی رمائے پڑے رہنے اور مرتے دم تک عہد وفا کو نباہ دینے کی دل میں ٹھانے ہوئے ہیں آمکر شکن مشکلات کو بفضل خدا بڑی پامردی و استقامت کے ساتھ برداشت کر کے اپنی آبرو کو تھامتے اور دنوں کو گزارتے ہیں ۔ ایسا کیوں ہے ؟ اسلیے کہ انہیں یقین ہے کہ اگر ساری عمر یوں ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ تنگی سے گزرے لیکن مولیٰ کریم کی رضا حاصل ہو سکے تو یہ کسی طرح گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ دنیاداروں کے بیج بیوپار سے ہزاروں لاکھوں گنا نفع کی تجارت اور زندگی کا اعلیٰ ترین کاروبار ہے ۔

یہ جوش یہ اخلاص !! اللہ اللہ !! دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے ؟ حاشا و کلا ۔ اس میں شک نہیں کہ نام و نمود کی خاطر دنیادار لوگ بڑی بڑی معقول و گرانقدر رقمیں اپنے قومی کاموں کی امداد میں دیتے ہیں ۔ مگر ان کی دریا دلی اور اس جماعت کی مالی قربانی میں زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ وہ مالدار ہوتے ہیں اور یہ زیادہ تر مفلس و نادار وہ شہرت کے لیے دیتے ہیں اور یہ اللہ کے لیے چنانچہ اسی چندے میں بہت سی معقول رقمیں ایسی بھی ہیں جنکے معطیوں نے اپنے نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی ۔ بہتیری ایسی جنکے دینے والے بیچارے ہمیشہ مالی مشکلات میں رہتے ہیں

اس جوش و اخلاص کی تہ میں دراصل وہ ایمان اپنا کام کر رہا ہے ۔ جو خدا تعالیٰ کے مامور برحق احمد آخر زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے اسکے غلاموں میں شامل ہونے سے ملتا ہے ۔ اور جس سے آج کروڑوں مخلوق اپنی غفلت یا ضد و تعصب کے سبب محروم ہے ۔ اللہ تعالیٰ انکی آنکھیں کھولے اور اس نور سے حصہ لینے کی توفیق بخشے ۔ آمین

چوتھا سین

حضرت اولوالعزم (ایدہ اللہ) کی آل اندیشی و فراست یہ تجویز کرتی ہے کہ جماعت کی مستورات کو بھی اس کار ثواب میں حصہ لینے کا موقع دینا ضروری ہے آپ اُن کے درمیان اس مبارک تحریک کی تائید میں ایک تقریر فرماتے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ احمدی خواتین بڑے جوش و اخلاص سے چندہ دیتی ہیں اور منٹوں میں ہزاروں روپیہ فراہم ہو جاتا ہے۔ نقد ہی نہیں بلکہ چند بیچاریوں کے پاس اسوقت کچھ نہ تھا وہ اپنے زیور ہی اُتار اُتار کے احمدیہ مسجد لندن کے نام پر قربان کر دیتی ہیں۔

معزز ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ عورتوں کو اپنا زیور کیسا عزیز ہوتا ہے؟ کتنی ہی تنگی و افلاس کا سامنا کیوں نہ ہو مگر وہ اپنے ہاتھ گلے کا تار چھلا جدا کرنا بھی گوارا نہ کرینگی۔ لیکن اس موقع پر وہ یورپ میں اشاعت اسلام کی ضرورت کو اپنی زیب و زینت پر بدل و جان ترجیح دیتی۔ اور خوشی خوشی اپنے ہاتھوں اُتار کر اپنے پیارے امام و مرشد کے حوالے کر دیتی ہیں۔ دنیا داروں کے طبقہ میں ہم روزمرہ یہ دیکھتے ہیں کہ عورتیں برادری کے رسم و رواج اور کنبہ کی ناک لاج کی خاطر بے دریغ پیسہ خرچ کرتی ہیں۔ مشرکانہ اور خلاف شرع تباہ کن کاموں میں اپنی حیثیت سے بڑھ بڑھ کر فراخدلی دکھاتی ہیں جنکا مآل کار ان کی بربادی اور دین اسلام کی بدنامی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور سب سے زیادہ زیور کی خاطر وہ پیٹ پٹی باندھ کر پیسہ پیسہ جوڑنا اپنی زندگی کا ایک اعلیٰ ترین مقصد سمجھتی ہیں۔ لیکن یہاں خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہونے اور اسلام کا بول بالا کرنے کے شوق میں وہ عزیز ترین چیز بھی بطیب خاطر قربان کی جا رہی ہے کیا یہ سلسلہ عالیہ کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت نہیں کہ بفضل خدا عورتوں تک کے دلوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کا اس درجہ جوش ہو؟ ہے اور ضرور ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک

کا مشغلہ [illegible] خوالقین اس سبق حاصل کریں کہ جو کام آجتک دنیا بھر کی انجمنیں اور مسلمانوں سے نہ ہو سکا۔ اُسے کر دکھانے کی اس غریب جماعت کے بچے بچے بلکہ عورتوں میں بھی ایک سچی تڑپ ہے۔

پانچواں سین

حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کی تقریر پر تاثیر کے دوران میں جہاں بڑوں کے اندر جوش اخلاص کی ایک لہر اس سرے سے اس سرے تک دوڑ جاتی ہے اور مرد و زن ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر رقوم حضور کے سامنے احمدیہ مسجد لندن کے لیے پیش کرتے ہیں۔ وہاں ایک کمسن بچہ بھی آتا ہے اور اپنے جیب خرچ کی پس انداز کا سارا اثاثہ جو [illegible] کے قریب ہے حضرت کے قدموں میں ڈالدیتا ہے کہ لیجیے یہ میرا چندہ ہے۔ یہ نونہال باغ احمد کسی امیر کی اولاد نہیں بلکہ ایک معمولی غریب آدمی کا سعادتمند بچہ ہے۔ جس نے پیسہ پیسہ کر کے نہ معلوم کتنی مدت میں یہ رقم جوڑی تھی خدا جانے کن کن طفلانہ آرزوؤں کی خاطر کھانے پینے یا کھیل کھلونوں پر خرچ کرنے کی بجائے اپنا دل مار کر اسے جمع کرتا رہا تھا لیکن احمدیہ مسجد لندن کی تحریک پر وہ اپنی تمام آرزوؤں اور خوشیوں کو ایکدم قربان کر دیتا ہے۔

یہ عمر اور یہ اخلاص۔ اللہ اللہ کیا خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ جن کی اولاد ایسی ہونہار و سعادتمند ہو کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا لڑکپن ہی میں اتنا موثر اور صریح ثبوت دے جس کی مثالیں بڑے بوڑھوں میں بھی ڈھونڈے سے مشکل ملتی ہیں۔ والدین کو اس سعید بچہ کا وجود مبارک ہو۔ آمین!

چھٹا سین

یاد آئی کسی کی چال ہمیں ✦ ہم نشیں ہم چلے سنبھال ہمیں۔

منارۃ المسیح کی براق وش اور پرشکوہ عمارت مسجد اقصیٰ کے صحن میں جانب مشرق کھڑی اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اسلام کی نورانی شعاعیں پھیلانے کیلئے آج مغرب اسکے بالمقابل ہے۔ اب سے دو ہی سال پہلے یہ منارہ محض ایک بنیاد کی شکل میں شہادت دے رہا تھا کہ بڑے بڑے مغرور گردن کشوں کو اس عظیم الشان کام کے انجام دینے کی توفیق دیگی مگر خدا کا فضل اُس شخص کے ہاتھوں اس کی تکمیل کرا سکے اپنی قدرت دکھلا سکے گا جسے یہ خود پسند دنیا کے چلے کل کا بچہ کہکر حقیر ٹھہراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے شان و نہان اسرار سے بے خبر جنکے ماتحت بہتیرے بڑے چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے بڑے۔

اس منارۃ البیضاء کی ابھی بنیاد بھی نہ پڑی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنوز اس کی تجویز ہی اپنے دوستوں میں پیش فرما رہے تھے کہ کسی دوست نے اس کے واسطے ایک ایسی رقم ضروری بتلائی جو حضور کے نزدیک اسوقت کے حالات میں فراہم ہونی مشکل تھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تو وہ بات کہتے ہو جو ہو ہی نہ سکے۔ حالانکہ اب جماعت کی روز افزوں ترقی کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ بڑی بڑی رقمیں بفضل و توفیق الٰہی سلسلہ کے معمولی کاموں پر آئے دن خرچ ہوتی رہتی ہیں۔

اس واقعہ کی یاد اور جب کے اور اب کے حالات کا موازنہ ایک مومن کے دل میں عجیب کیفیت پیدا کر کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت اولوالعزم بھی اس سے خاص طور پر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ آپ ایک موقع پر جب احمدیہ مسجد لندن کے لیے اپنے غلاموں کی بیش قرار رقوم چندہ پر خیال فرماتے ہیں اور بالمقابل حضرت مسیح موعود کے وقت کی وہ حالت اور وہ واقعہ یاد آتا ہے تو رقت قلب طاری ہو کر آپ چشم پُرآب ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ رقت قلب آپکی الوالعزمی کے منافی اور عادت شریفہ کے خلاف ہے۔ اور نام نہاد اہل اللہ یا صوفی بننے کا دم بھرنیوالوں کی طرح آپ کو کسی بات پر آنسو بہاتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ بھرائی ہوئی آواز بھی آج تک کسی موقع پر سننے میں نہیں آئی (اگرچہ حضور کی تقریریں اکثر نہایت موثر اور پرجوش ہوتی ہیں اور عام طور پر فن تقریر کے کمالات میں رونا رلانا بھی ایک ضروری بات سمجھا جاتا ہے۔ گو وہ محض نمائشی اور بناوٹی ہوتا ہو)۔

میرے نزدیک اسمیں ایک لطیف اشارہ ہے اس بات پر کہ حضرت اولوالعزم کے اعلیٰ و پاک جذبات میں نمود و تصنع کا مطلق دخل نہیں اور آپ اپنی جماعت کو بھی دنیا دکھاوے کی باتوں اور عارضی و بے نتیجہ جوشوں سے پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ اور صرف اسی حقیقی و پائدار جوش کے روادار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ دین حق کی خدمت و اشاعت کے لیے ہو مومنانہ سنجیدگی و زندہ دلی کے ساتھ ہو۔

جیسا کہ اس تحریک کا متعلق بفضل خدا حضور کے غلاموں سے ظہور میں آرہا ہے۔ غرضیکہ احمدیہ مسجد لندن کی تحریک نے احمدی قوم کے دلوں میں اسوقت محض خدا کے فضل سے ایک عدیم المثال جوش پیدا کر دیا ہے اور یہ جوش انشاءاللہ العزیز ایسے نیک نتائج کا موجب ہوگا کہ اسلام کی تاریخ میں ایک عظیم الشان کارنامہ شمار ہونگے اور جنپر علمائے احمد جتنا فخر کریں اور جتنے سجدات شکر بجا لائیں کم ہونگے۔

اللہ تعالیٰ تمام افراد جماعت کو اس خدمت دین میں شامل ہونے۔ اور حسن نیت کے ساتھ مخلصانہ جوش و ہمت دکھلانیکی توفیق بخشے

آمین

راقم

خاکسار احمد حسین فریدآبادی قمر الحکم قادیانی

سفرنامہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

گذشتہ سے آگے

احرام مصر

قدمائے مصر اپنے مردہ آباؤ اجداد کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ وہ مرنے کے بعد حاجات زندگی کے ویسے ہی محتاج ہیں جیسا کہ جیتے جی اس دنیا میں۔ اس لیے وہ ان کی قبروں کو ایسی طرز سے بناتے تھے جس میں انکے رہنے سہنے کے لیے کافی آسائش کا خیال مدنظر رکھتے تھے۔ خود مردے کے جسم پر اس قسم کے مصالحے لگایا کرتے تھے جس سے وہ سینکڑوں برس تک خراب نہیں ہوتے تھے ..... اور سینکڑوں برس تک بغیر کسی قسم کے تغیر پذیر ہونے کے ویسے کے ویسے رہ سکتے تھے۔ ان کی قبروں میں وہ کھانے پینے کے سامان کا ذخیرہ بھی کافی طور پر مہیا کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ عند الضرورت وہ اسے استعمال کر سکیں۔ اور وہ روزمرہ ان قبروں پر منتر پڑھا کرتے تھے۔ جن سے وہ یقین کرتے تھے کہ شیاطین اور خبیث روحیں مردوں کے اردگرد سے بھاگ جایا کرتی تھیں اس قسم کے اعتقادات کو ہمارے آنکھوں کے سامنے آجتک احرام مصر اپنی زبان حال سے بتلا رہے ہیں۔ یہ احرام مصر کیا ہیں۔ وہ فراعنہ مصر کی مابعد الموت رہائش گاہیں ہیں۔ جن کو وہ اپنی زندگی میں ہی تیار کیا کرتے تھے۔ جس احرام کا ذکر میں نے گذشتہ مضمون میں ذکر کیا تھا۔ وہ شاہ خوفو نے تیار کیا تھا۔ آپ اگر قصر النیل (جسمیں میں نظر بند رہ چکا ہوں) کے پل کبری قصر النیل یعنی کبری ترکی میں پل کو کہتے ہیں اسکا مطلب یہ ہوا کہ قصر نیل کا پل) پر سے ہو کر جزیرہ کیطرف جائیں۔ اور وہاں سے شمال مشرقی گوشہ کیطرف متوجہ ہو کر نظر ڈالیں تو آپکو کھجوروں کی سبز شاخوں پر سے مخروطی شکل پہاڑی کے ڈو ٹیلے نظر آئینگے۔ یہ وہ احرام مصر ہیں جنکا نام احرام جزیرہ کہتے ہیں۔

ہم ٹرام پر سوار ہو کر دوسرے پل پر سے ان کی سیر کرنے کو گئے۔ اور ٹرام سے اُترتے ایک سلامی راستے سے مرتفع سطح پر چڑھ گئے۔ جہاں پر سوائے ایک مخروطی پہاڑی ٹیلے کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے پوچھا کہ احرام مصر کہاں ہے۔ مجھے کہا گیا کہ یہی ٹیلہ۔ جوں جوں میں اس کے نزدیک ہوتا گیا توں توں اس کی جسامت اور علو میرے دل میں ایک ہیبت پیدا کرتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی چوٹی پر چڑھے ہوئے انسانوں کو دیکھا۔ جو کہ پست قد نظر آتے تھے یہ وہ مشہور احرام مصر ہیں جو مصر کی قدیم تاریخ کی ایک زندہ مثال ہیں اس کے نقش و نگار کو کرید کرید کر آج علمائے تاریخ نے مصر کی قدیم خط و کتابت کا کھوج لگایا ہے جسے اصطلاح جدید میں ہیروگلافی کہتے ہیں۔

یہ خط مختلف قسم کی صورتیں اور شکلیں۔ جو مختلف معانی کے لیے بطور رموز کے ہیں۔ یوں سمجھیے کہ دوسرے شخص کو یہ چیز دینے کے لیے میرے پاس گلاب ہے۔ میں نے ورقے پر گلاب کی تصویر کھینچکر بتلا دیا کہ جس کی یہ شکل ہے وہ میرے پاس ہے۔ لیکن اس گلاب کی شکل کو میں ایک اور معنوں میں بھی استعمال کر سکتا ہوں کہ گلاب ایک نیچر کی اشیاء میں سے ایک خوبصورت شے ہے چنانچہ نزاکت اور خوبصورتی کی مثال اس سے دیا کرتے ہیں۔ اب اگر میں زینت کا معنے جتانے کے لیے اگر میں اس تصویر کو استعمال کروں۔ تو وہ مفہوم آسانی سے جتلایا جا سکتا ہے اور اگر کسی شخص کا زینت

نام ہو تب بھی وہ اس تصویر سے بتایا جا سکتا ہے۔ اب اگر کسی شخص کا نام زین العابدین ہے اور اُسکو میں تحریر میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں تو اُسکو تصویری خط میں یوں ادا کر سکتے ہیں۔ مذکورہ نام کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کریں۔ زین ب العا - دین - زین کے معنی خوبصورتی اور زینت کے ہیں اس لیے ہم گلاب کی تصویر کھینچ کر۔ اس پہلے مقطع پر دلالت کر سکتے ہیں۔ العاب کے معنی عربی زبان میں کھیلوں کے ہیں اس لیے کھیل کی تصویر ڈال سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر مگدر کی تصویر۔ اسی طرح پر دین کا اظہار ہم ایسے شخص کی تصویر کھینچ سکتے ہیں جو رکوع میں ہو۔ گویا تصویری خط میں زین العابدین یوں ہوگا۔ (گلاب) مگدر (رکوع)

اگر ہم نے ایسی رات کا وقت مقرر کرنا ہے جسمیں چاند نہیں تو صرف ایک نصف دائرہ کھینچ کر بیچ میں ستاروں کی تصویر کھینچ دیں۔

اسی قسم کا ایک تصویری خط میں نے دیکھا۔ جو کہ اس تصویری زبان میں تھا جس میں پہلے دریا کی تصویر تھی پھر کشتی کی۔ اور اس کشتی میں بہت سے نقطے تھے۔ اس کے بعد نصف دائرہ کی شکل سی تھی پھر ایک درخت کی تصویر ہے اس کے نیچے بہت سے نقطے ہیں پھر ایک تلوار کی تصویر ہے۔ پھر ایک نصف دائرے کے جسکے وتر میں نکلتے ہوئے سورج کی تصویر تھی۔

اب اس خط کا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ بتلایا گیا ہے کہ ایک گروہ آئے گا جو دریا کے رستے سے بذریعہ کشتی میں بیٹھکر آئینگے اور اُسوقت رات ہوگی اور اندھیری رات ہوگی۔ چاند نہیں ہوگا۔ وہ ایک درخت کے نیچے جمع ہوں گے اور لڑائی کی غرض سے آئینگے۔ یہ لڑائی صبح طلوع سورج کے وقت ہوگی۔

اس کو زیادہ واضح کرنے کے لیے میں آپکی توجہ ایک گونگے شخص کی حرکات کی طرف دلاتا ہوں۔ جب اسکو پیاس لگتی ہے تو وہ اوک کو لب پر لگا کر بتلاتا ہے کہ اس کو پیاس ہے اگر اس گونگے کی تصویر کھینچ دیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص ہے جس کو پیاس لگی ہوئی ہے۔ ایسا ہی اگر وہ گونگا بتلانا چاہتا ہے کہ آدمی آیا ہے تو وہ داڑھی مونچھوں کی طرف اشارہ اشارہ کر دیتا ہے۔ غرض جس طرح اشارۃ مافی الضمیر کی تعبیر کے لیے ایک ابتدائی زبان ہے ایسا ہی خط تصویر بھی ابجد میں پہلا خط ہے جسمیں انسان نے لکھ کر اپنی دل کی باتوں کا اظہار کیا۔ جتنے نقوش مصر کے احراموں اور معابد اور آثار قدیم پر ہے وہ سب اسی قسم کے ہیں جنکو آگے جا کر مفصل اُسوقت ذکر کروں گا جب ناظرین کو مصر کے عجائب گھر کی سیر کراؤں گا۔ فی الحال میں آپ کو تاریخ احرام سے آگاہ کرتا ہوں۔

احرام بھی مصر کے قدیم شاہی گورستان کا ایک نمونہ ہے بادشاہان وقت مرنے سے پہلے اپنے لیے مروجہ عادت کے موافق اپنی قبریں اپنی زندگی میں خود تیار کروایا کرتے تھے۔ اور ان میں سے بعضوں نے احرام کی شکل میں چند منزلہ خانے تیار کروائے جسمیں اُنھوں نے اپنی اور اپنے مابعد کے آنے والی نسل کے لیے قبرستان کا کافی انتظام کر چھوڑا کہتے ہیں کہ احرام کو شاہ فوفو نے تیار کرایا۔ جس کے لیے اسے رعایا پر بڑے ظلم کرنے پڑے چنانچہ کئی ہزار کی تعداد میں بیگاری لگائے گئے جو کہ دور دراز کے پہاڑوں کے پتھر کاٹ کے دریائے نیل میں کشتیوں کے ذریعے سے لاتے اور پھر وہاں تک پہنچاتے تھے۔ کئی سال تک یہ عمارت تیار ہوتی رہی اور دیکھنے والا اب حیران ہوتا ہے کہ کس انسان نے یہ پہاڑ کھڑا کر دیا۔ کسی مسلمان بادشاہ نے اس سے پتھر کٹوانے کی کوشش کی تھی لیکن معماروں نے کئی دن کی کوشش بعد اس امر کا اظہار کیا کہ وہ اس کو نہیں کاٹ سکتے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر محنت اور کاریگری سے پتھروں کو آپس میں جوڑا گیا ہے۔ میں نے اسے اندر جا کر نہیں دیکھا کیونکہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ انجان مسافروں کو شریر دلالوں نے اندر لیجا کر کہیں گم کر دیا مجھے اوپر نصف کے قریب ایک چھوٹی سی کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ اس دروازے سے انسان اندر جا سکتا ہے چونکہ اندر کا فرش صاف چکنا اور بہت ڈھلوان ہے اگر یونہی ٹھیس لگی یا پاؤں پھسلا تو ساتویں منزل نیچے جا گرا۔ انسان گھپ اندھیرے میں ایسا غائب ہو جاتا ہے کہ ابدالآباد تک سورج نہیں دیکھ سکتا۔ اور اسی جگہ اسکی لاش پڑتی ہے۔ جہاں اسکے بنانے والوں کی لاشیں محفوظ پڑی ہیں قدیم زمانے کے مصر کے لوگ اپنے مردوں کے جسموں پر ایسے مصالحے لگایا کرتے تھے کہ جس سے آب ہوا کے تغیر سے بالکل متغیر نہ ہو سکتے تھے ابتک کئی ہزار برس کے انسانی جسم جو بہو ویسے پڑے ہیں یہانتک کہ میں نے اس قسم کی لاش کو جسے مومیا کہتے ہیں دیکھا کہ اس کی ڈاڑھی کے بال بھی موجود تھے۔ یہ پرانی مومیا ابتک مصر کے عجائب گھر میں محفوظ ہے اور نہ معلوم کتنی اور اس احرام کے تہ خانوں میں پڑی ہیں۔ مجھے اس پہاڑی ہیکل مدفن کو دیکھ کر خیال آیا کہ انسان نے اپنے مقتضائے طبیعت کے پورا کرنے کیلئے کیسی کیسی جان جوکھوں کوششیں کی ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ وہ ابدالآباد تک زندہ رہے اور وہ اسلیئے کبھی اس خیال کو باور نہیں کر سکتا کہ وہ ایکدفعہ پیدا ہو کر نیست نابود ہو جائیگا۔ اور نہ چاہتا ہے کہ وہ معدوم ہو جائے اس لیے اسکی ڈھارس حیات بعدالموت پر ایمان ہے اور وہ اس عاجزی موت سے پہلے پہلے کسی نہ کسی رنگ میں جد و جہد کرتا رہتا ہے کہ وہ ملیامیٹ نہ ہو جائے۔ پس کبھی تو وہ عظیم الشان یادگاریں تیار کرتا ہے یا کبھی کبھی بے بہا کتاب تصنیف کرتا ہے اور کبھی اپنے لیے ایسی تدبیر کرتا ہے کہ جس سے اسکا نام دنیا میں قائم رہے چنانچہ مصر کے پرانے مقبرے اور احرام انسانی فطرت کے اسی تقاضے کا مظہر عیاں ہیں۔ لیکن پھر بھی زمانہ ان کو ہمیشہ قائم نہیں رہنے دیتا ضرور نہ ضرور اسکی ساری عمارتوں کو تہ و بالا کر کے خاک میں ملا دیتا ہے۔ کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

(باقی دارد)

الوداعی پارٹی

تعلیم الاسلام اولڈ بائیز ایسوسی ایشن کا خاص اجلاس

۳۰۔ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان اولڈ بائیز ایسوسی ایشن کا خاص اجلاس خانصاحب عبدالرحیم خانصاحب آف مالیرکوٹلہ کے ولایت تشریف لیجاتے پر ہوا۔

مدعوین کی تعداد خاصی تھی۔ اور معززین کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ جنمیں خانصاحب ذوالفقار علیخانصاحب آف رامپور۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب لیٹ اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم ملک شام۔ قاضی سید امیر حسین صاحب وغیرہ ذالک احباب کے علاوہ ایڈیٹران اخبارات بھی موجود تھے تمام احباب کی چاء اور بسکٹ کے ساتھ تواضع کی اس کے بعد خانصاحب مہر محمد خاں صاحب شہاب احمدی نے سورۃ عبس و تولیٰ پڑھکر سامعین کو محظوظ کیا۔

اس کے بعد شیخ محمد مبارک اسمٰعیل صاحب بی اے بی ٹی سکرٹری اولڈ بائیز نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا کہ ہم اسوقت خانصاحب موصوف کو الوداعی پارٹی دینے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اور اونھوں نے بتایا کہ ہمارا فرض ہے کہ ہر ایک وہ شخص جوکہ دین کی اشاعت کے لیے سفر کرے اس کی اسی طرح حوصلہ افزائی کریں۔ لیکن بظاہر یہ بات بے تعلق معلوم ہوتی ہے کہ خاں صاحب جوکہ اپنے کسی امتحان کے لیے جاتے ہیں ان کے لیے اسطرح جمع ہوں۔ کیونکہ یہ کوئی دینی کام نہیں سو اگر غور سے دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سفر بھی ایک رنگ میں ویسا ہی سفر ہے۔ جیسا کہ ہمیں مبلغوں کی ضرورت ہے ویسے ہی ہمیں ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت ہے۔ جو مختلف لائنوں میں معزز عہدوں پر جائیں۔ مگر اپنا مقصد وہی رکھیں جو ایک مبلغ کا ہے اسطرح سے ہم ایک ہی مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں۔ خواہ کسی راستے اور کسی لائن کو پکڑیں اسکے علاوہ ان امیدوں کا اظہار کیا جو کہ ان کی ذات سے احمدیہ قوم کو رکھنی چاہئیں۔ اس کے بعد خانصاحب ذوالفقار علیخاں صاحب نے ایک فصیح انگریزی میں تقریر کی جس میں ان کو انگلستان میں ایک احمدی بچے کی حیثیت میں رہنے اور ان کے ساتھ وابستہ توقعات کا ذکر اور ہدایات تھیں۔

تیسری تقریر مولوی محمد الدین بی اے ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی تھی جس میں اُنھوں نے یہ بتایا کہ چونکہ انھوں نے قادیان میں اپنی زندگی ساری گزاری ہے۔ اس لیے میں کسی قسم کی ہدایت دینی نہیں پسند کرتا۔ کیونکہ قادیان کی پاک زندگی نے ان کے اوپر ایک خاص اثر کیا ہے وہ ایک نہایت نوجوان ہیں۔ ہاں میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ لوگ دعا کریں کہ وہ اپنی اس نیکی اور خوبی کا دوسروں پر اثر ڈال سکیں۔ ان سب تقریروں کے جواب میں جو الفاظ خانصاحب عبدالرحیم خاں صاحب نے کہے وہ حسب ذیل ہیں۔

بزرگان و برادران! میں سکرٹری صاحب و جملہ بزرگان کا بڑے اخلاص سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اُن کے اس بارش اور کیچڑ کی حالت میں تکلیف اُٹھا کر میری خاطر اکٹھا ہونے کو بڑی قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور نادم ہوں کہ میں اس قابل نہ تھا جسکا مجھے شرف بخشا گیا۔ چنانچہ اس محبت و الفت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں جرات سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ صاحبان میری خاطر ایک اور ذمہ داری کو برداشت کریں۔ وہ یہ ہے کہ میرے لیے میری غریب الوطنی میں تضرع سے دعا فرماویں۔ کیونکہ مجھے آپ صاحبان کی دعاؤں پر پورا بھروسہ ہے۔ اور یہی چیز ہے جو کہ مجھے ہمیشہ کام آسکتی ہے اور بہترین محبت کا اظہار میرے خیال میں یہی ہے۔ پھر میں آپ کی اس عزت افزائی کا دل سے مشکور ہوں۔ چنانچہ پھر میں بمنت دعا کے لیے عرض کرتا ہوں۔ تاکہ خدا مجھے ہر ایک آرزو میں پورا اُتارے۔ امین